مولانا عبدالستار حماد قسط نمبر ۱۲

# عصمتِ انبیاء علیہم السلام

۶۔ قسطلانی شرح بخاری میں ان آیات کی تفسیر کے باب میں کہا گیا ہے کہ یہ قصہ "حضرت کلبی" کی روایت سے ہے جو "بھلے مانسوں" میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ اس کی روایت کو محدثین نے چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"وقد طعن فیہا غیر واحد من الائمۃ حتی قال ابن اسحاق وقد سئل عنہا ھی من وضع الزنادقۃ وقال البیہقی غیر ثابت نقلا ورواتہا مطعونون و القاضی عیاض فی الشفاء فی توھین اصلہا نشفی وکفی" (قسطلانی ج۷)

کہ "بڑے بڑے بزرگ اماموں نے اس روایت میں طعن کیا ہے حتیٰ کہ امام ابن اسحاق سے کسی نے پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ زندیقوں یعنی بے ایمانوں کا اختراع شدہ ہے اور امام بیہقی نے کہا کہ یہ قصہ روایت کے لحاظ سے غیر ثابت ہے اور اس کے تمام راوی مطعون ہیں اور جناب قاضی عیاض نے اس قصے کے ابطال میں اپنی مایۂ ناز کتاب "الشفاء" میں بہت طویل گفتگو کی ہے، پس وہ تحریر سب وہموں سے شفا دیتی ہے اور ان کے ازالے کے لئے کافی ہے۔"

عمدۃ القاری میں علامہ بدرالدین عینی بھی اس قصے کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(طوالت کے خوف سے صرف ترجمہ نقل کرتے ہیں)

"میں کہتا ہوں کہ جو کچھ انہوں نے (یعنی امام ابن عربی اور قاضی عیاض نے) کہا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالتِ قدر کے لائق وہی ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے ویسے افعال کے ارتکاب سے معصوم ثابت ہونا دلائل سے ثابت ہے اور اس پر کل امت کا اجماع ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شان اس سے بہت بعید ہے کہ آپؐ کے دل یا زبان

پر عمداً یا سہواً اس قسم کا کوئی خیال یا کلمہ گزرے یا شیطان کو دخل کا کوئی موقع ملے اور دلائل اس کو محال ثابت کرتے ہیں۔ اور اگر بالفرض ایسا واقع ہوتا بھی تو بہت سے مسلمان اسلام سے برگشتہ ہو جاتے۔ اور یہ امر کسی تاریخ میں منقول نہیں۔ نیز یہ کہ جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر رہتے تھے ان سے یہ امر پوشیدہ نہ رہتا۔"

۸۔ ابن خزاعہ کہتے ہیں کہ یہ قصہ زنادقہ کا وضع کردہ ہے چنانچہ انہوں نے اس پر رسالہ بھی لکھا ہے۔

۹۔ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری "تفسیر ثنائی" میں وہ قصہ نقل کرکے فرماتے ہیں:

"مگر یہ روایت صحیح نہیں بلکہ قرآن، حدیث اور عقل کے بالکل برخلاف ہے۔ قرآن شریف میں صاف ارشاد ہے:

"ان عبادی لیس لك علیهم سلطان"

یعنی "خدا کے نیک بندوں پر شیطان کا اثر نہ ہوگا"۔۔۔

۔۔۔ جب عام نیکوں پر اثر نہ ہونے کی خبر دی گئی ہے تو نبی، خصوصاً سید الانبیاء علیہم السلام پر کیوں اثر ہونے لگا۔ صحیح حدیث شریف میں ہے: "لکن الله اعانني علیه فاسلم" یعنی پیغمبر خدا فرماتے ہیں، "خدا نے شیطان پر مجھے فتح دی ہے، میں اس کے شر سے محفوظ رہتا ہوں"

عقل بھی اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ جس شخص کو خدا اتنے بڑے منصب نبوت پر فائز کرے اس کو ایسے دشمن دین (شیطان) کے بس میں ایسا کیونکر چھوڑ دے کہ وہ اس پر ایسا قبضہ پاوے کہ اس کی مرضی کے خلاف بھی اس سے کوئی حرکت کرائے بلکہ تعلیم جاری کرائے تو پھر اس کی باقی تعلیم کا کیا اعتبار رہے گا۔ مفصل بحث اس حدیث اور اس کی تکذیب کے متعلق تفسیر کبیر وغیرہ میں مذکور ہے میرے خیال میں اس قصہ کی مثال میں حدیبیہ کا قصہ پیش ہو سکتا ہے جس کی تفصیل یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب آیا کہ ہم کعبہ شریف میں طواف کرنے کو داخل ہوئے ہیں۔ اس خواب کا آنا تھا کہ حضور علیہ السلام نے شوق سے تیاری کر لی اور سفر کرتے کرتے جب مکہ معظمہ کے قریب پہنچے تو کفار نے داخل ہونے سے روک دیا۔ اس پر صحابہ کرام اور خود حضور علیہ السلام کو بھی سخت ملال ہوا۔ بعض صحابہ نے طیش میں آکر سخت کلامی سے اعتراضات بھی کئے مگر منشا الٰہی ایسا ہی تھا کہ اس سال خواب کا ظہور نہ ہوگا۔ آخر کار صلح ہوئی اور وعدہ ہوا کہ آئندہ سال آؤ اور تین روز مکہ میں بغیر ہتھیاروں کے داخل ہو کر اپنا کام کر جاؤ۔ جو تاریخ علم الٰہی میں مقرر تھی وہ صحیح رہی اور جو خواہش نبوی یعنی تمنا تھی وہ پوری نہ ہوئی۔ یہ قصہ اس آیت کی تفسیر میں ایک مثال ہے۔ اسی قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں جن میں منشاء نبوی کا منشا الٰہی کے

ماتحت ہونا ثابت ہے مگر جو لوگ عجائب پرست ہیں انکو ایسی بے ثبوت باتوں سے دلچسپی ہے جو محققین کے ہاں پسند نہیں۔ واللہ اعلم عنداللہ! (تفسیر ثنائی ج ۲، ص ۳۱۹، تحت آیت "وما ارسلنا من رسول" الخ)

سب سے زیادہ حیرانی ہمیں معترض مذکور پر یوں ہے کہ خود اپنی کتاب (MOHAMMAD AND ISLAM) میں اس قصہ کو ذکر کرنے کے بعد تسلیم کرتے ہیں کہ "بیشک بہت سے محقق پروفیسر اس قصہ کو باطل قرار دیتے ہیں" لیکن انکو یہ وہم ہو گیا کہ "مہاجرین ابی سینیا کی واپسی سے ضرور ماننا پڑتا ہے کہ اس قسم کا کوئی نہ کوئی قصہ ضرور ہوا تھا جو مہاجرین کے حبشہ سے آنے کا باعث ہوا" جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔

اس لئے ہم انکا وہم دور کرنے کیلئے یہ کہتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ یہ قصہ مہاجرین حبشہ کی واپسی کا سبب بننے کیلئے اسی مذکورہ صورت میں واقع ہو بلکہ اس کی اصلیت کی حد جو صحیح اور معتبر روایت سے ثابت ہے یہ ہے جو "اصح کتاب بعد کتاب اللہ" "البخاری" میں مذکور ہے۔

"عن ابن عباس قال سجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالنجم وسجد معہ المسلمون والمشرکون والجن والانس"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ نجم پڑھتے وقت سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور انسانوں نے سجدہ کیا۔"

یہ قصہ اسی حد تک صحیح ہے اور اس کے علاوہ سب کچھ باطل اور مردود ہے۔ امام فخر الدین رازی نے بھی بحوالہ بخاری اسی قدر صحیح مانا ہے اور باقی کو الحاقی اور موضوع قرار دیا ہے۔

پس قرآن مقدس کی تلاوت پر مشرکین کے سجدہ کرنے سے بعض نے ان کے مسلمان ہو جانے کا خیال کیا اور یہ خبر اڑتے اڑتے مہاجرین حبشہ تک بھی پہنچ گئی جس پر وہ خوشی خوشی سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے اپنے گھروں کو لوٹ آئے مگر یہاں فضا پہلے سے بھی زیادہ مکدر تھی اور مشرکین کی مخالفت کو شدید تر پایا۔

سر ولیم میور اگر صحیح بخاری کی اس روایت کو بہ نظر تحقیق اگر دیکھتے اور نگاہ انصاف سے، عقل کی کسوٹی پر پرکھتے اور اس کی جلالت شان کو دل میں جاگزیں کرتے تو ان کا وہم دور کرنے کے لئے یہ روایت کافی دوائی تھی۔

اگر مشرکین کے سجدہ کا سبب دل کو پریشان کر رہا ہو کہ آخر انہوں نے مخالفت کے باوجود اپنا سر کیوں جھکا دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین رب العزت کے سامنے سربسجود ہونے سے انکار نہیں کرتے تھے اور نہ ہی اس سے انکار کرنا شرک ہے۔ بلکہ شرک تو یہ ہے کہ توحید الٰہی کے بالمقابل اس کی ذات یا صفات یا استحقاق عبادت میں کسی غیر کو شریک اعتقاد کیا جائے یا عملاً ایسا کیا جائے جس سے یہ امر ظاہر ہو۔

پس قرآن مجید کی تلاوت کے وقت اس کی معجز تاثیر سے متاثر ہوکا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین کا بھی درگاہِ رب العزت میں سر جھکانا جس سے انکو ہرگز انکار نہیں اور نہ ہی انکے مذہب و اعتقاد کے خلاف ہے، کوئی بعید از قیاس اور مشکل امر نہیں ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ قصہ "عصمتِ انبیاء" کو داغدار کرنے کے لئے بنایا گیا ہے وگرنہ اس کی کوئی حقیقت نہیں

اب ہم اس بناوٹی قصہ کے ابطال کے لئے اور طریق اختیار کرتے ہیں۔

سب سے پہلے بطور تمہید یہ سمجھیں کہ قرآن شریف اللہ حکیم وعلیم دانا و بینا کا نازل کردہ کلام ہے۔ اس لئے اس کی تعلیم کے علاوہ اس کی تفہیم میں بھی حکیمانہ روش ملحوظ ہونا ضروری ہے اور حکیمانہ کلام کو دیگر کلاموں سے یہ بھی ایک امتیاز ہے کہ اس کے کلمے کلمے اور جملے جملے میں عجیب ارتباط ہوتا ہے اور لطیف مناسبتیں پائی جاتی ہیں اور اس کے سیاق وسباق میں ایسا شدید لیکن نہایت ہی باریک تعلق ہوتا ہے کہ اگر اسے اس کی ترتیب پر نہ رکھیں تو مضمون کی خوبیاں فوت ہو جائیں گی اور ان میں خلل واقع ہوگا۔

قرآنِ مقدس کی آیات کے ارتباط وتعلق کو ملحوظ رکھ کر اس آیت " وما ارسلنا من قبلك من رسول الخ" کی پہلی آیت سے تفہیم مضمون شروع کریں تو اس آیت کا مطلب بالکل واضح اور صاف ہو جاتا ہے اور نہ کوئی اعتراض کی گنجائش باقی رہتی ہے اور وہ یہ آیت ہے:

"والذین سعوا فی آیاتنا معٰجزین اولئك اصحاب الجحیم"

اب اس کا اور اس کے بعد کی آیات کا مفہوم تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں، ان شاء اللہ "شفاء کاملہ" ہوگی۔

"اور جو لوگ ہماری آیتوں کو پست کرنے میں کوشش کرتے ہیں وہ دوزخی ہیں۔ اور (اے پیغمبرؐ) تم سے پیشتر ہم نے جو رسول اور نبی بھیجا ہے۔ جب اس نے کوئی بات کی (یعنی کوئی مسئلہ زبانی بیان کیا) تو شیطان نے اس کی بات میں القاء کر دیا (یعنی منکروں کے دلوں میں اس کی نسبت وسوسہ اور شک ڈال دیا) پس اللہ تعالیٰ اس شیطانی القا اور وسوسے کا ازالہ کر دیتا ہے۔ اور پھر اپنی آیتوں کو محکم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ (ہر شے کے) علم والا ہے اور (ہر طرح کی) حکمت والا ہے۔ اس القاء شیطانی اور وسوسہ کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے اور (جن کے دل، حق قبول کرنے سے) سخت ہیں وہ فتنے (اور شبہات) میں پڑ جاتے ہیں اور بیشک ظالم تو بڑی ضد اور مخالفت میں دور نکلے ہوئے ہیں اور جو لوگ علم دیئے گئے ہیں ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ تعلیم (قرآن مجید) تیرے رب کی طرف سے حق ہے۔ پس وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے دل اس (قرآنی تعلیمات کے عجائب کے لئے جھک پڑتے ہیں۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ ایمانداروں (یعنی درست اعتقاد والوں)

کو سیدھا رستہ دکھا دیا کرتا ہے اور منکر لوگ تو ہمیشہ اس سے شک میں رہیں گے۔ یہاں تک کہ یکایک ان پر قیامت آجاوے یا ان کو نامراد رکھنے والے دن کا عذاب آپکڑے۔"

صاحبان بصیرت پر مخفی نہیں کہ اگر ان آیات کے لفظ لفظ پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو فریقوں کے انجام اور نیت کا بیان کیا ہے۔ ایک فریق جو نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو ایسی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ اس میں سے غلطیاں چھانٹ کر اور اعتراض کرکے اسے پست کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے کیونکہ ان لوگوں کے قلوب و اذہان کفر و شرک اور بداعتقادی سے ملاں ہیں اور وہ سنگ دل اور قسی القلب ہوتے ہیں اور مخالفت کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے۔ لہٰذا حلاوتِ قرآنی کا مزہ انہیں ایسا ہی کڑوا معلوم ہوتا ہے جیسے صفرا والے مریض کو شہد، اور نہ ہدایت کے قریب ہی پھٹکتے ہیں۔ ان کے دلوں میں خبثِ باطن کے باعث تعلیم ربانی کی نسبت کئی اعتراض پیدا ہوتے ہیں اور طرح طرح کے شبہات ابھرتے ہیں حتیٰ کہ سیدھی بات بھی ٹیڑھی دکھائی دیتی ہے۔

دوسرا گروہ وہ ہے جو اس تعلیم کو حصولِ ہدایت اور ازدیادِ درایت کے لئے پڑھتے ہیں اور اس میں ایک خاص مقصد کے لئے سوچ و فکر کرتے ہیں۔ خلوصِ نیت کے مطابق علم و دانش حاصل کرتے ہیں۔ دانائی اور باطن کی صفائی کے باعث نورِ ایمانی حاصل ہوتی ہے اور ان کے دل تعلیم حقانی کی کشش سے نرم ہوجاتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ اشکبار آنکھوں کی وجہ سے انوارِ رحمت کے مورد بن جاتے ہیں، ان کو وہ شبہات ہرگز پیش نہیں آتے جو فریقِ اول کو ان کے تعصب و ہٹ دھرمی کی بنا پر پیش آتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس تعلیم میں ان شبہات خذلانی اور وساوسِ شیطانی کا بھی ازالہ کیا ہوتا ہے اور اپنی صحیح مراد کو بڑے دلائل محکم سے مضبوط اور قوی کیا ہوتا ہے اور وہ بوجہ علمی استعداد و خوش اعتقادی، مطلب کو پالیتے ہیں اور دھوکے میں نہیں پڑتے۔

قرآنِ عظیم کا یہ عجیب اسلوبِ بیان ہے کہ جہاں بھی مؤمنین کا ذکر کیا ہے وہاں کفار کا بھی تذکرہ کیا ہے تاکہ مومنین ان کے انجام و عواقب سے باخبر رہیں۔ اور جس جگہ کفار کا تذکرہ کیا ہے وہاں مؤمنین کا ذکر کرکے کفار کو آخرت کی ابدی نعمتوں کے حصول کی ترغیب دی گئی ہے بشرطیکہ وہ مؤمنین کے طریقہ حسنہ پر گامزن ہوں۔ اب اس اسلوب کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

اوّل : ———————

"والذین سعوا فی آیاتنا معجزین اولٰئك لهم عذاب من رجز الیم ویری الذین اوتوا العلم الذی انزل الیك من ربك الحق ویهدی الی صراط العزیز الحمید" (سبا)

" اور جو لوگ ہماری آیات کو پست کرنے کے لئے کوشاں ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب کی مار ہے، اور اے پیغمبرؐ، جو لوگ علم والے ہیں، وہ تو اس کتاب کو جو آپ پر نازل کی گئی ہے حق دیکھتے ہیں اور معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ کتاب عزیز اور حمید کا راستہ دکھلاتی ہے۔"

ان آیات بینات میں وہی الفاظ آئے ہیں جو آیت زیر بحث میں تھے۔ ان ہر دو مقام کے الفاظ کو دیکھ کر ہمارے مؤقف کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔

دوم: ———————

"ومنهم من يستمع اليك حتى اذا خرجوا من عندك قالوا للذين اوتوا العلم ماذا قال انفا اولئك الذين طبع الله على قلوبهم واتبعوا اهواءهم والذين اهتدوا زادهم هدى واتاهم تقواهم" (محمد)

"اور ان لوگوں سے بعض ایسے ہیں جو تیری طرف کان لگاتے ہیں، یہاں تک کہ جب تیرے پاس سے جاتے ہیں تو ذی علم حضرات سے بطور اعتراض پوچھتے ہیں کہ پیغمبر نے ابھی کیا کہا تھا، یہ وہ لوگ ہیں جنکے دلوں پر اللہ نے ان کے تعصب کی وجہ سے مہر کر دی ہے اور یہ ایسے ہیں جو اپنی خواہشوں پر چلے ——— اور ان کو جو ہدایت یافتہ ہیں اور زیادہ ہدایت دی اور ان کو پرہیزگاری عطا کی۔"

ان آیات میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے۔

سوم: ———————

"ان الله لا يستحي ان يضرب مثلا ما بعوضة فما فوقها فاما الذين آمنوا فيعلمون انه الحق من ربهم واما الذين كفروا فيقولون ماذا اراد الله بهذا مثلاً يضل به كثيرا ويهدي به كثيرا وما يضل به الا الفاسقين الخ۔

بیشک اللہ تعالیٰ کو اس بات سے ہرگز شرم نہیں کہ وہ کسی مچھر کی یا اس سے بڑھ کر چھوٹی مثال بیان کرے۔ سو جو ایماندار ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے اور جو کافر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا کو ایسی مثال بیان کرنے سے کیا غرض تھی؛ بہت لوگوں کو اس سے گمراہی پر رکھتا ہے اور بہت لوگ اس وجہ سے راہِ راست پر آ جاتے ہیں اور اللہ اس سے کسی کو گمراہی پر نہیں رکھتا مگر ان لوگوں کو جنہوں نے فسق و بداعتمادی کے سبب اپنی فطرت کو خراب کر لیا ہوتا ہے۔"

ان آیات میں بھی انہی مذکورہ دو فریق کا تذکرہ ہے ——— تو زیر بحث آیت میں بھی صرف دو گروہوں کا بیان ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں، جو تفسیر ہم نے ان آیات کی کی ہے، اسی کو امام خطیب شربینی نے اپنی کتاب "السراج المنیر" میں اختیار کیا ہے۔ اور انہی الفاظ پر ہم اپنے جواب کو ختم کرتے ہیں۔ (باقی)